اب لگے ہاتھوں ذرا فرزندان توحید کی مساوات کا بھی کچھ حال سن لیجئے۔

اگر دنیا میں کسی مذہب کے کسی شخص کو جذب کرنے کی صلاحیت ہے تو وہ صرف اسلام ہی میں ہے۔ اسلام میں چھوٹے بڑے، گورے کالے اور مالدار و مفلس کا کوئی سوال نہیں ہے بلکہ سب فرزندان توحید بالکل برابر ہیں۔ یہاں نیچ اونچ کی تمیز ذات و پیشہ پر نہیں بلکہ تقویٰ اور ایمان پر ہے۔ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (پ ۲۶ س حجرات ع ۲) لوگو! ہم نے سب کو سلسلۂ انسانی کی ایک ہی کڑی، مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے تم کو مختلف جماعتوں اور گروہوں میں اس لئے نہیں بنایا کہ تم ایک دوسرے سے اپنی رسمی اور فرضی تفریقات کی بنا پر جدا ہو جاؤ۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان کر رشتۂ اخوت و محبت قائم کرو۔ اور ایمان و عمل صالح کے ذریعہ عزت دار بننے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ اللہ کے نزدیک تو وہی عزت دار اور شریف ہے جو اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے مجتنب رہے۔ اس کے نزدیک ذات و قوم کا سوال نہیں۔ وہ ہر شخص کے ظاہر و باطن حالات کو اچھی طرح جانتا اور دیکھتا ہے۔" اسی سورہ میں دوسری جگہ فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سب ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج ان نومسلموں کو بھی جن کو اچھوت کہا جاتا ہے۔ مسجدوں میں جلسوں میں غرض کہ جہاں جائیں ہر جگہ مساوات کامل حاصل ہے۔ پس ہر شخص کو اگر مساوات کا انمول موتی حاصل ہو سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی کے ذریعہ سے۔ نہ افغانی مسلمانوں کی مسجد الگ ہے نہ ہندوستانی مسلمانوں کی بلکہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس مسجد میں چاہے اپنے مالک حقیقی کے آگے سر تسلیم خم کرے۔

اسلام کا دروازہ تمام اقوام عالم کے لئے کھلا ہوا ہے۔ چشمۂ فیض محمدی سب کے لئے جاری ہے۔ اچھوتوں کو مساوات کامل صرف اسلام میں ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ان کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر ان کو در مقصود (مساوات) کی تلاش ہے تو آغوش اسلام ان کے دامن کو بھر سکتا ہے۔ اچھوت لیڈروں کے قرائن سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ضرور مشرف بہ اسلام ہونگے۔ خداوند بزرگ و برتر انھیں توفیق عنایت فرمائے کہ وہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکیں۔ آمین۔

علم اور تصوف

(از جناب محمد علی صاحب قریشی مدرسہ لطیفیہ علی گڈھ)

نیک نامی کی حدیں ختم جہاں ہوتی ہیں　＊　ابتدا کی ہے وہیں سے مری رسوائی نے

ہمارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو علم کی تحصیل کی بے حد ترغیب دی ہے مختلف عنوانوں سے اس کی

خوبیاں اور فضیلتیں ذہن نشین کرائی ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ حقیقی رہبر، اور سچا رہنما، کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنے والا، حق و باطل میں فرق کرنے والا، ہم کو اس مقصد تک پہنچانیوالا، جس کے لئے ہماری پیدائش ہوئی صرف علم ہی ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ ایسی کوئی قوم نہیں جسکو علم کی ضرورت نہ پڑی ہو۔ ایسا کوئی مذہب نہیں جس میں تحصیل علم کی طرف رغبت نہ دلائی گئی ہو۔ حضرت امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم میں کچھ ایسی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو کسی دوسری چیز میں نہیں پائی جاتیں۔ علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ جتنے انبیاء کرام آئے سب یہی ایک دولت ترکہ میں چھوڑ گئے۔ یہی ایسی دولت ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے۔ علم انسان کا نگہبان ہے۔ اسکو کسی دوسرے کی نگہبانی کی ضرورت نہیں بخلاف اور دولتوں کے۔ علم انسان کے ساتھ منزل قبر تک ساتھ دیتا ہے کوئی فرقہ ایسا نہیں جسے علم کی جانب احتیاج نہ پڑی ہو۔ پلصراط پر انسان کو یہ علم مدد دیگا۔

قرآن پاک میں سات انبیا علیہم السلام کی فضیلت صرف علم ہی کی وجہ سے مذکور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو علم لغت کے ساتھ (وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ) حضرت خضر علیہ السلام کی فضیلت علم فراست کی وجہ سے (وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا) حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر رؤیا کی وجہ سے (عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ) حضرت داود علیہ السلام کو علم صنعت کی وجہ سے (وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولی جاننے کی وجہ سے (عَلَّمْنَاهُ مَنْطِقَ الطَّيْرِ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم انجیل کے ساتھ (اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِیَ الْكِتَابَ) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اسرار کی وجہ سے (وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ)۔

علما نے لکھا ہے کہ ان سات علموں نے ان انبیا کے ساتھ عجب ثمرہ دکھایا۔ حضرت آدم کو تعظیماً فرشتوں سے سجدہ کرایا حضرت خضر علیہ السلام کو ان کے علم نے موسیٰ علیہ السلام کا استاد بنایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ملک مصر کی بادشاہت دلوادی۔ بلقیس جیسی مالدار اور صاحب جاہ و حشم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع و محکوم بنا دیا۔ حضرت داود علیہ السلام کو علم نے ریاست و بادشاہت دلائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم نے ان کی ماں سے تہمت دور کرائی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نے خلافت و شفاعت سے سرفراز فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

خدا شناسی بغیر علم کے قطعاً محال ہے۔ بے علم نتواں خدارا شناخت۔ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی شرط ہے جب ہی انسان مقصد آفرینش تک پہنچ سکتا ہے۔ علمائے بے عمل کو قرآن پاک نے کمثل الحمار یحمل اسفارا کا مصداق ٹھہرایا ہے اور سعدی علیہ الرحمہ نے "نہ محقق بود نہ دانشمند * چارپائے برو کتابے چند" کہکر چھوڑ دیا ہے۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم ابدان، علم ادیان۔

علم ابدان سے مراد علم طب ہے جس کا سیکھنا بھی لازمی ہے۔ پہلے علما صرف عالم علم ادیان نہیں ہوتے تھے بلکہ عالم علم ابدان بھی ہوتے تھے لیکن انسان کو جس علم کا سیکھنا فرض قرار دیا گیا ہے وہ علم ادیان ہے۔ ایک عالم کی فضیلت ایک جاہل عابد پر ایسی ہے جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ادنیٰ پر۔ عالم کا کام صرف راہ روی ہی نہیں ہے بلکہ راہ نمائی بھی ہے اور یہی ایک امتیازی شان ہے جو تحصیل علم سے اس میں پیدا ہوتی ہے ؎ صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ * بشکست عہد صحبت اہل طریق را *

گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود + تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را + گفت او گلیم خویش بدر می برد ز موج + دیں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

بزرگان دین جتنے گذرے ہیں بڑے بڑے عالم تھے پہلے تحصیل علم کرتے تھے پھر اس پر عمل کرتے تھے اور بڑے مجاہدے اور ریاضت کرنے کے بعد اس مرتبے پر پہنچتے تھے۔ اور درحقیقت وہی لوگ صوفیائے کرام بھی تھے۔ صوفی یا تصوف کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کو علم سے کوئی بہت دور کی نسبت ہو بلکہ علم پر عمل کرکے کسی مرتبہ پر پہنچ جانے کا مرادف ہے۔ تصوف کی اصل کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ کوئی اس کو صفا (پاکیزگی) یا صوف (یکسوئی) سے ماخوذ بتلاتا ہے کیونکہ صفائی قلب و یکسوئی خاطر پر تصوف کی بنیاد ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ صفہ (چبوترہ) سے مشتق ہے اصحاب صفہ ان چند صحابہ کو کہتے ہیں جو تارک دنیا ہو کر ایک صفہ پر بیٹھے ہوئے مشغول ذکر الٰہی رہتے تھے۔ اور ان کے بعد ان کے باقیات صالحات نے صوفی کا لقب پالیا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صوف (اون) سے مشتق ہے۔ عموماً صوفیا کا لباس انبیاء کی تقلید میں اون کا ہوتا تھا۔ یہی توجیہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ یہ لفظ حسن بصریؒ کے عہد میں رائج تھا جن کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی تھی۔ کیونکہ انکے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔ پروفیسر براؤن نے اسکے متعلق چار نظریے بیان کئے ہیں جن میں سے صحیح پہلا نظریہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکا ثبوت کافی ملتا ہے اور وہ نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح شریعت کے سرچشمہ فیض ہیں اسیطرح تصوف یعنی طریقت کے بھی معلم برحق ہیں۔ اس مسئلہ کی تشریح سے قبل یہاں جو ایک اعتراض ہوتا ہے اس کا جواب دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جب تصوف آنحضرت کی تعلیم کا ماخذ ہے تو عہد نبوی میں اسکا ضرور استعمال ہوا ہوتا۔ حالانکہ صوفی کا لفظ نہ عہد نبوی میں استعمال ہوا نہ عہد خلافت راشدہ میں پھر کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ یہ حضورؐ کی تعلیم ہے؟ اس اعتراض کا جواب یہی ہے کہ جو حضرات کہ حضور کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے ان کو ہم بلا کسی تفریق کے "صحابہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ صحابی ایک ایسا جامع فضائل لفظ ہے کہ اس میں جمیع مناقب و محاسن شامل ہیں کسی اور لفظ "قاری" "حافظ" "محدث" "مفسر" کے کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور جن لوگوں نے صحابہ کا زمانہ پایا وہ تابعین اور جن لوگوں نے تابعین کا زمانہ پایا ان کو تبع تابعین کہا جانے لگا۔ اس کے بعد پھر یہ ہوا کہ جو شخص جس فن میں صاحب کمال ہوا وہ اسی فن کی اضافت سے موسوم ہوتا گیا جو حدیث میں کامل ہوا وہ محدث جو تفسیر میں وہ مفسر جو فقہ میں وہ فقیہ کے نام سے نامزد ہوا۔

اسی طرح جو طبقہ ذکر الٰہی میں مشغول اور دنیوی علائق سے الگ رہتا تھا اس کے لئے اہل تصوف کی اصطلاح قائم ہوگئی۔ اور دوسری صدی ہجری کے اختتام سے قبل اس کا عام رواج ہوگیا۔ (باقی آئندہ)

شبِ معراج

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز + سجدہ کرتی ہے سحر جسکو وہ ہے آج کی رات
رہ یک گام ہے ہمت کیلئے عرش بریں + کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

(اقبال)